کتاب کا نام: اہل السنہ اور مرجئہ آئمہ سلف کی نظر میں

مصنف: ابو عبداللہ طارق حفظہ اللہ

ناشر: ادارہ رد فتن
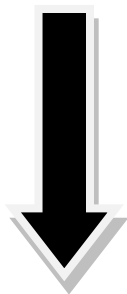
انٹرنیٹ سے یہ کتاب مفت حاصل کرنے کے لیے

www.alfitan.com

فتنہ ء تکفیر کے بارے میں مزید لٹریچر حاصل کرنے کے لیے
اس ای میل پر رابطہ کریں

alfitan12@gmail.com

فہرست ابواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام
علی اشرف الانبیاء والمرسلین، اما بعد!

اوائل اسلام میں جب مختلف فتنوں نے سر اُٹھایا تو ائمہ اہل السنہ کی طرف سے ان کی بھرپور علمی تردید کی گئی۔ ان میں سے ’مسئلہ ایمان و کفر‘ میں ایک طرف خوارج و معتزلہ تھے تو دوسری انتہا پر مرجئہ و جہمیہ جمے ہوئے تھے ۔ جبکہ اہل السنّہان دو انتہاؤں کے وسط میں راِ اعتدال پر قائم تھے اور آج بھی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مرجئہ و جہمیہ کی طرف سے اہل السنہکو خارجی ہونے کا طعنہ دیا گیا اور خوارج و معتزلہ کی طرف سے اہل السنہکو مرجئہ ہونے کا الزام دیا گیا جبکہ ائمہ اہل السنہ نے اِفراط و تفریط پر مبنی ان افکار ونظریات اور ان کے حاملین کا ردّ کرتے ہوئے ان سے ہمیشہ برأت کا اظہار کیا۔

اب ماضی قریب میں بعض عرب علاقوں میں خوارج و معتزلہ کے نظریات کے زیر اثر اور بعض مسلم حکام کے ظلم وستم کے ردّ عمل میں تکفیری افکار اور تحریکوں نے سر اُٹھایا تو علمائے اہل السنّہ نے اُن کا بھر پور تعاقب کیا ۔ جس پر اِن تکفیری حضرات کی جانب سے اپنے بڑوں کی روش پر اہل السنہو الجماعہ اورسلفی نظریات کے

حامل علماء کو مرجئہ و جہمیہ کے القابات سے نوازا گیا اور ہمارے اس دور میں پاکستان میں بھی انہی نظریات کے زیر اثر یا لاعلمی کی بنا پر بعض حضرات ابو بصیر عبد المنعم طرطوسی[1] اور ابو عزیر عبد الالٰہ یوسف الجزائری جیسے حضرات کے انہی افکار ونظریات کو اُمت میں بیداری و اِحیا کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔ پھر انہی افراد کی طرف سے شیخ ابن باز♦ ، شیخ محمد بن صالح عثیمین♦ اور شیخ صالح فوزان♦ وغیرہ جیسے علماء کو طرح طرح کے القاب و اِلزامات سے نوازنے کے علاوہ شیخ البانی♦ اور ان کے اصحاب کو مرجئہ وجہمیہ کے طعنے بھی دیے جا رہے ہیں۔

زیر نظر مضمون میں اسی بات کو اقوالِ سلف سے واضح کیا گیا ہے کہ ایمان اور اِرجا کیا ہے اور مرجئہ و جہمیہ کون ہیں؟اور اہل السنّہ والجماعہ کو خارجی و معتزلی نظریات کے حامل حضرات کی طرف سے جو مرجئہ و جہمیہ ہونے کا طعنہ دیا جا رہا ہے،وہ سراسر باطل ہے۔ اس سلسلے میں پہلے ہم ایمان اور اِرجاکے مفہوم سے موضوع کا آغاز کرتے ہیں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اسے میرے لئے توشہ آخرت بنا دے ۔ آمین !

خادم دین

ابو عبد اللہ

[1] جو بذاتِ خود طاغوتِ اعظم برطانیہ میں ’مستامن‘ کاحیلہ کرکے وہاں رہائش رکھے ہوئے ہیں۔

طارق

اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں ایمان کیا ہے؟

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین، اما بعد!

اَئمہ اہل سنت کے نزدیک 'عمل' ایمان کا جز ہے، اور ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اِقرار اور عمل سے مرکب ہے، اور ایمان میں کمی و بیشی بھی ہوتی ہے۔ اکثر أئمہ اسلاف ایمان کو 'قول و عمل' کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور قول سے ان کی مراد ہے:

قولِ قلب یعنی دل سے تصدیق اور قولِ لسان یعنی زبان سے اِقرار ...

اسی طرح عمل کی بھی دو قسمیں ہیں:

عملِ قلب اور عملِ جوارح[1]

- عقیدہ طحاویہ کے مشہور شارح امام ابن ابی العز حنفی ♦ راقم ہیں:

ولا خلاف بین أهل السنة والجماعة أن الله

[1] الایمان از ابن تیمیہ:ص 137،149؛ کتاب الصلوٰۃ ازابن قیم :ص26؛ شرح العقیدۃ الطحاویۃ از ابن ابی العز حنفی:ص333،341

تعالىٰ أراد من العباد القـول والعمـل وأعـني بالقول: التصديق بـالقلب والإقـرار باللسـان وهٰـذا الـذي يعـنى بـه عنـد اطلاق قـولهم: الإيمان قول و عمل ۔[1]

’’اہل سـنت کے ہاں اس میں کـوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے قول و عمل کـو چاہتے ہیں او رقـول سـے مـیری مـراد ہے: دل سے تصدیق اور زبان سے اِقرار، اور ایمان قول و عمل پرمشتمل ہے۔‘‘

- شیخ الاسلام ابن تیمیہ♦، امام ابوعبید قاسـم بن سـلام ♦ کے حـوالے سـے اہل مکہ، اہل کـوفہ، اہل بصـرہ، اہل واسـط او راہل مشـرق کی ایـک بہت بـڑی جمـاعت کـو ذکـر کـرنے کے بعـد فرمـاتے ہیں:

قال أبوعبيـد هٰـؤلاء جميعًـا يقولـون: الإيمـان قـول و عمـل يزيـد و ينقص وهـو قـول أهـل السنة والجماعة المعمول به عندنا[2]

’’ابوعبیـد نے کہا کہ یہ سـب (یہی) کہتے ہیں ایمـان قـول وعمـل ہے۔ اس میں کمی بیشـی ہوتی ہے او ریہی اہل السـنۃ والجمـاعۃ کـا قول ہے جو کہ ہمارے ہاں معمول بہ ہے۔‘‘

- ابویوسف یعقوب بن سفیان♦ فرماتے ہیں:

الإيمان عند أهل السـنة والجماعـة: الإخلاص

1 شرح العقیدۃ الطحاویۃ :ص333
2 الایمان :ص 243

لله بالقلوب والألسنة والجوارح وهو قول وعمل ويزيد وينقص، علىٰ ذلك وجدنا كل من أدركنا من عصرنا بمكة والمدينة والشام والبصرة والكوفة.[1]

’’اہل سنت کے ہاں ایمان دلوں، زبانوں اور جوارح کے ساتھ اللہ کے لیے اِخلاص ہے او ریہ قول و عمل ہے، اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے زمانے میں مکہ، مدینہ، شام،بصرہ اور کوفہ میں سب کو اسی موقف پر پایا ہے۔‘‘

- آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

أدركتُ أهل السنة والجماعة على ذلك[2]

’’میں نے اہل سنت والجماعت کو اسی پر پایا ہے۔‘‘

او رپھر آئمہ سلف، فقہائے کرام اورمحدثین عظام میں سے بہت بڑی جماعت کے نام ذکر کرتے ہیں کہ یہ اسی مذہب کے قائل تھے۔

- مذاہب اور فرقوں کے موضوع پر لکھے جانے والے انسائیکلو پیڈیا میں ہے:

أما أهل السنة والجماعة فإن الإيمان عندهم تصديق بالجنان وقول اللسان عمل بالأركان يزيد بالطاعة و ينقص بالمعاصي[3]

---

1 شرح اُصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ: 2/60

2 ایضاً:2/56

3 الموسوعۃ الميسرة فی الاديان والمذاہب والاحزاب المعاصرۃ: 2/154، 1/44

’’اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اورعمل بالارکان ہے، اس میں نیک اعمال سے اِضافہ ہوتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے کمی۔‘‘

صحابہ و تابعین عظام کی نظرمیں ایمان

- امام بغوی♦ فرماتے ہیں:

اتفقت الصحابة والتابعون فمن بعدهم من علماء السنة علىٰ أن الأعمال من الإيمان ... وقالوا إن الإيمان قول وعمل وعقيدة يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية.[1]

’’صحابہ و تابعین♦ او ران کے بعد علمائے سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال ایمان میں سے ہیں او ریہ کہ بلا شبہ ایمان قول و عمل اور عقیدہ ہے۔ نیکی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نافرمانی سے کمی واقع ہوتی ہے۔‘‘

- صحابہ کرام کے بارے میں امام ابن تیمیہ ♦ فرماتے ہیں:

والماثور عن الصحابة و أئمة الدين وجمهور السلف وهو مذهب أهل الحديث وهو المنسوب إلىٰ أهل السنة أن الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص، يزيد بالطاعة و ينقص

[1] شرح السنہ از بغوی:1؍78

بالمعصية وأنه يجوز الاستثناء فيه[1]

’’صحابہ، أئمہ دین او رجمہور سلف سے منقول، او ریہی اہل حدیث کا مذہب ہے، اور اہل السنہ کی طرف اسی کی نسبت ہے کہ ایمان قول و عمل ہے، اس میں کمی وبیشی واقع ہوتی ہے۔نیکی سے ایمان زیادہ ہوجاتا ہے اور معصیت سے کم اور بلا شبہ ایمان میں استثناء جائز ہے۔‘‘

- حافظ ابن حجر عسقلانی♦ فرماتے ہیں:

فذهب السلف إلىٰ أن الإيمان يزيد وينقص وأنكر ذلك أكثر المتكلمين[2]

’’سلف صالحین کے ہاں ایمان کم او رزیادہ ہوتا ہے اور (سلف کے اس موقف کو ماننے سے) اکثر متکلمین نے انکار کیا ہے۔‘‘

- صحابی رسول عبداللہ بن مسعودؓ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم زدنا إيمانًا ويقينًا وفقهًا[3]

’’اے اللہ ہمارے ایمان ، یقین اور دین کی سمجھ میں اضافہ فرما۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی♦ فرماتے ہیں:

إسناده صحيح وهٰذا أصرح في المقصود[4]

---

[1] مجموع الفتاویٰ از ابن تیمیہ : 7؍505

[2] فتح الباری:1؍64

[3] شرح أصول اعتقاد اہل السنہ والجماعہ:2؍45 الایمان:ص177، السنہ لعبد اللہ بن احمد :ص 109 الرقم 797؛ الشریعہ: ص109

[4] فتح الباری:1؍66

’’اس (اثر)کی سند صحیح ہے اور یہ مقصود (یعنی ایمان میں کمی و بیشی ہونے) میں واضح ترین ہے۔‘‘

- صحابی رسول جندب ؓ فرماتےہیں:

ہم طاقتور نوجوان نبی ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے، فتعلّمنا الإيمان قبل أن نتعلّم القرآن ثم تعلّمنا القرآن بعد فَازْدَدْنَا إيمانًا[1]

’’ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان کو سیکھا پھر اس کے بعد ہم نےقرآن کو سیکھا تو ہمارے ایمان میں اِضافہ ہوگیا۔‘‘

- خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز♦ نے اپنے عامل عدی بن عدی کو خط لکھا:

إن للإيمان فرائض وشرائع وحدودًا وسننًا فمن استكملها استكمل الإيمان ومن لم يستكملها لم يستكمل الإيمان[2]

’’یقیناً ایمان کے لیے فرائض و شرائع او رحدود و سنن ہیں، جس نے ان کو پورا کیا اس نے ایمان کو مکمل کرلیا او رجس نے اُنکو پورا نہیں کیا اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا۔‘‘

- حافظ ابن حجر عسقلانی♦ فرماتے ہیں:

والغرض من هذا الأثر أن عمر بن عبد العزيز كان ممن يقول بأن الإيمان يزيد و ينقص حيث قال استكمل ولم يستكمل

[1] السنۃ لابن احمد ص109 الرقم799، الایمان لابن تیمیہ ص178، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ2/45 از لالکائی

[2] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس تعلیقاً؛ شرح السنۃ از بغوی:1/79، ابن ابی شیبۃ الرقم30435

''اس اثر سے مقصود یہ ہے کہ بلا شبہ عمر بن عبدالعزیز ♦ ان لوگوں میں سے تھے جن کے نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی واقع ہوتی ہے جیسا کہ ان کا فرمان ہے کہ اس نے (اپنے ایمان کو) مکمل کرلیا اور (جس نے عمل نہیں کیا) اس نے اپنے ایمان کو مکمل نہیں کیا۔''[1]

أئمہ فقہاء محدثین کی نظر میں ایمان

- امام ابن اَبی العز حنفی فرماتے ہیں:

فذهب مالك والشافعي والأوزاعي وإسحٰق بن راهويه وسائر أهل الحديث وأهل المدينة رحمهم الله وأهل الظاهر وجماعة من المتكلمين إليٰ أنه تصديق بالجنان وإقرار باللسان وعمل بالأركان[2]

''امام مالک، شافعی، اوزاعی، اسحٰق بن راہویہ،تمام اہل الحدیث ، اہل مدینہ، اہل ظاہر او رمتکلمین کی ایک جماعت کے ہاں ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اورعمل بالارکان ہے۔''

- امام عبدالرزاق♦ فرماتے ہیں:

كان معمر وابن جريج والثورى ومالك وابن

[1] فتح الباری:1؍66
[2] شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ص 332

عيــينة يقولــون: الإيمــان قــول وعمــل يزيــد وينقص وأنا أقول: ذلك الإيمـان قـول وعمـل يزيد وينقص وإن خالفتُهم فقد ضللت إذًا وما أنا من المهتدين[1]

’’معمر♦، ابن جــریج♦، ثــوری♦، مالــک ♦اور ابن عــیینہ ♦کہتے ہیں کہ ایمــان قــول و عمــل ہے۔ اس میں کمی و بیشــــی ہوتی ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ایمــان قــول و عمــل ہے۔ اس میں کمی زیــادتی ہوتی ہے او راگــر میں نے ان (أئمہ و فقہا) کی مخالفت کی تو میں گمراہ ہو جاؤں گا او رہدایت یــافتہ لوگــوں میں سے نہیں ہوں گا۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی♦ فرماتے ہیں:

وهؤلاء فقهاء الأمصار في عصرهم

’’یہ لــوگ اپــنے زمــانے میں شــہروں کے فقہا تھے۔‘‘[2]

مسئلہ ایمان کی ماہیت میں یہی موقف امام مالک ♦[3]، امام شافعی♦[4]، امـام احمـدبن حنبل♦[5] اور اَئمہ ثلاثہ سے شــرح العقیــدہ الطحــاویہ[6] میں، اور امــام

---

1 الشریعہ از آجری :ص113 ، التمهید لابن عبدالبر 4/165؛ الســنہ از عبــداللہ بن احمــد :ص 97 رقم 726،واللفظ لہ

2 فتح الباری :1؍65

3 الشریعہ: ص113

4 فتح الباری: 1؍65

5 الشریعہ: صفحہ 113

6 صفحہ333

عبداللہ بن مبارک♦[1]، امام وکیع♦ اور امام ثوری♦[2] سے منقول ہے۔تفصیل کے لئے محولہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

- امام بخاری♦ صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں :

وهو قول وعمل ويزيد وينقص[3]

’’اور ایمان قول و عمل ہے، اس میں کمی و زیادتی ہوتی ہے۔‘‘

اور پھر اس پر بطورِ دلیل بکثرت قرآنی آیات ذکر فرماتے ہیں، اور آخر میں ذکر فرماتے ہیں:

والحب في الله والبغض في الله[4]

’’محبت بھی اللہ کی خاطر اور بغض بھی اللہ کی خاطر ‘‘

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی♦ فرماتے ہیں:

واستدل بذلك علىٰ أن الايمان يزيد وينقص لأن الحب والبغض يتفاوتان[5]

’’امام بخاری♦ نے اس سے اس بات پر اِستدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے کیونکہ محبت اور بغض میں (مقدار کے لحاظ سے)کمی و بیشی ہوتی ہے۔‘‘

---

1 السنۃ از عبداللہ بن احمد :ص 85

2 السنۃ از عبداللہ بن احمد : ص 82، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ : 2؍59

3 صحیح البخاری :1؍5 درسی

4 ایضاً

5 فتح الباری :1؍65

نیز فرماتے ہیں:

روىٰ اللالكائي بسند صحيح عن البخارى قال: لقيتُ أكثر من ألف رجل من العلماء بالأمصار فما رأيت أحدًا يختلف في أن الإيمان قول وعمل ويزيد وينقص[1]

’’الالکائی نے بسند صحیح امام بخاری♦ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (مختلف) شہروں میں ایک ہزار سے زائد علمائے زمانہ سے ملاقات کی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایمان کے قول و عمل ہونے اور اس کے کم و زیادہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا تھا۔‘‘

- سہل بن المتوکل شیبانی فرماتے ہیں:

أدركت ألف أستاذ وأكثر كلّهم يقولون: الإيمان قول وعمل يزيد وينقص والقرآن كلام الله غير مخلوق وكتبتُ عنهم[2]

’’میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ کو پایا ہے، وہ سب یہی کہتے تھے کہ ایمان قول و عمل ہے۔ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے او رقرآن اللہ کاکلام ہے، مخلوق نہیں ہے اور میں نے ان سے لکھا بھی ہے۔‘‘

- امام سفیان بن عیینہ♦ سے پوچھا گیا:

الإيمان يزيد وينقص؟

---

1 فتح الباری:1؍65
2 شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ:2؍61

''کیا ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے؟ ''
تو اُنہوں نے جواب دیا :
کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا﴾[1]

''اِس نے ان کے ایمان میں اِضافہ کردیا''

قيل ينقص؟ قال ليس شيء يزيد إلا وهو ينقص[2]

''پھر آپ سے پوچھا گیا : کیا ایمان کم بھی ہوتا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا: کہ جس چیز میں زیادتی واقع ہوتی ہے، لامحالہ اس میں کمی بھی واقع ہوتی ہے۔''

- حافظ ابن حجر عسقلانی♦ فرماتے ہیں:

وبثبوتها يثبت المقابل فإن كل قابل للزيادة قابل للنقصان ضرورة[3]

''(ایمان میں زیادتی) کے ثبوت کے بعداس کے مدمقابل (یعنی ایمان کا کم ہونا) بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ بلا شبہ ہر زیادتی کوقبول کرنے والی چیز لامحالہ کمی کو بھی قبول کرنے والی ہے۔''

- امام اوزاعی کے بارے میں عقبہ بن علقمہ فرماتے ہیں:

سألت الأوزاعي عن الإيمان أيزيد؟ قال: نعم

---

1 آل عمران:173
2 الشریعہ از آجری :ص 112
3 فتح الباری :1؍65

حتی یکون کالجبال، قلت فینقص؟ قال: نعم حتی لا یبقی منه شيء[1]

’’میں نے امام اوزاعی♦ سے سوال کیا کہ کیا ایمان زیادہ ہوتا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں، حتیٰ کہ پہاڑ کی مانند ہوجاتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ایمان کم ہوتا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں، حتیٰ کہ (کم ہوتے ہوتے بالآخر) کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔‘‘

- شیخ محی الدین کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی♦ راقم ہیں:

قال الشیخ: والأظهر المختار أن التصدیق یزید وینقص بكثرة النظر ووضوح الأدلة ولهٰذا إیمان الصدیق أقوٰی من إیمان غیره بحیث لا یعتریه الشبهة ویؤیده أن كل أحد یعلم أن ما في قلبه یتفاضل حتی أنه یكون في بعض الاحیان أعظم یقینًا وإخلاصًا وتوكلًا منه في بعضها وكذلك في التصدیق والمعرفة بحسب ظهور البراهین وكثرتها، وقد نقل محمد بن نصر المروزی في كتابه تعظیم قدر الصلاة عن جماعة من الأئمة نحو ذلك[2]

شیخ (محی الدین♦) فرماتے ہیں:

’’ظاہر و مختار یہی ہے کہ کثرتِ غوروفکر او ردلائل کے واضح ہونے کے سبب سے تصدیق میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اسی لیے صدیق اکبر کا ایمان سب سے زیادہ مضبوط تھا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ بلا شبہ اس کے دل میں جو (ایمان) ہے، وہ

1 شرح اُصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ : 2/57
2 فتح الباری:1/64

زیادہ ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات یقین و اخلاص اور توکل میں بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے بہ نسبت دوسرے اوقات کے، اور دلائل کے ظہور و کثرت کے حساب سے تصدیق ومعرفت بھی ایسے ہی ہے او رامام محمد بن نصر مروزی ♦ نے (بھی) اپنی کتاب ’’تعظیم قدرالصلاۃ ‘‘میں أئمہ کی جماعت سے اسی کی مثل ہی نقل کیا ہے۔‘‘

- محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی♦ بھی مسئلہ ایمان میں سلف کے متبع اور اہل سنت کے ترجمان تھے، فرماتے ہیں:
  الإیمان یزید وینقص[1]
  ’’ایمان کم او رزیادہ ہوتا ہے۔‘‘

الغرض ائمہ فقہاومحدثین کی مذکورہ بالا تصریحات اس باب میں واضح ہیں کہ ’’اہل السنۃ والجماعۃ: سلف صالحین کے نزدیک عمل ایمان کا حصہ ہے اور ایمان میں کمی و بیشی واقع ہوتی ہے۔‘‘

إرجاء

- شیخ محمد بن عبدالکریم شہرستانی راقم ہیں:
  والإرجاء علیٰ معینین: أحدهما: التاخیر كما في قوله تعالیٰ ﴿قَالُوْا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ﴾[2] أی أمهله. والثاني: إعطاء الرجاء... أما اطلاق اسم المرجئة على الجماعة بالمعنى الأول

---

[1] السلسلۃ الصحیحۃاز البانی :4؍369، موسوعۃ الالبانی: 4؍99

[2] الشعراء :36

فصحيح لأنهم كانوا يؤخرون العمل عن النية والإعتقاد. وأما بالمعنى الثاني فظاهر، فإنهم كانوا يقولون: لا يضرمع الإيمان معصية، كما لا ينفع مع الكفر طاعة[1]

’’إرجاء کے دو معنی ہیں:

پہلے معنی ہیں تاخیر (مؤخر کرنے) کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالُوْا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ﴾ [2]

یعنی فرعون کے درباریوں نے کہا: موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور ان کے معاملے کو ملتوی کرے‘‘

یہاں إرجاء کے معنی ہیں’أمهله‘اسے مہلت دے اور ’أخره‘اسے مؤخر کر

(إرجاء کے) دوسرے معنی ہیں:’’اُمید دلانا‘‘...

رہا اس فرقے پر ’المرجئہ‘ کے نام کا اطلاق تو پہلے معنیٰ کے لحاظ سے یہ صحیح ہے کیونکہ یہ لوگ عمل کو نیت او راعتقاد سے مؤخر کرتے تھے۔رہا دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے (اس فرقے کی وجہ تسمیہ) تو یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ لوگ (خصوصاً جہمیہ) کہتے تھے کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی نیکی مفید نہیں۔‘‘

1 الملل والنحل از شہر ستانی :1؍ 186

2 سورۂ الاعراف:111

- حافظ ابن حجر عسقلانی♦ راقم ہیں:

والمرجئة نُسبوا إلیٰ الأرجاء وهو التاخير لأنهم أخَّروا الأعمال عن الإيمان فقالوا: الإيمان هو التصديق بالقلب فقط، ولم يشترط جمهورهم النطق، وجعلوا للعصاة اسم الإيمان علیٰ الكمال وقالوا: لا يضر مع الإيمان ذنب أصلًا[1]

’’إرجاء(کے معنی) مؤخر کرنا ہے اور مرجئہ کی نسبت ’اِرجا‘ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ یہ لوگ اعمال کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں (یعنی اعمال کو ایمان کا جز قرار نہیں دیتے) اُنہوں نے کہا کہ ایمان صرف دل سے تصدیق (کا نام) ہے او ران کے جمہور نے تو (ایمان کے لیے) زبان سے اقرار کو بھی شرط قرار نہیں دیا اور اُنہوں نے گنہگاروں کو مؤمن کامل قرار دیا ہے اور یہ (خصوصاً جہمیہ) کہتے ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں گناہ نقصان نہیں پہنچاتاہے‘‘

- امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ ♦ فرماتے ہیں:

سئل أبي عن الإرجاء فقال: الإيمان قول وعمل ويزيد و ينقص إذا زنی و شرب الخمر نقص إيمانُه[2]

---

1 فتح الباری:1؍147

2 السنہ از ابن احمد : 81، دوسرا نسخہ :1؍307، شرح

''میرے باپ(امام احمد) سے إرجاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ایمان قول و عمل ہے اور کم و زیادہ ہوتا ہے جب (کوئی مؤمن) زنا کرے، شراب پی لے تو اس کا ایمان کم ہوجاتا ہے۔''

- ابو وائل کے بارے میں زبیدفرماتے ہیں:

میں نے ابووائل سے مُرجئہ کے بارے میں سوال کیا، تو اُنہوں نے کہا کہ عبداللہ ؓ (ابن مسعودؓ) نے مجھے حدیث بیان کی کہ بلا شبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[سباب المسلم فسوق وقتاله کفر][1]

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس سے قتال کفر ہے۔''

امام احمد♦ سے إرجاء اور ابووائل سے مرجئہ کے بارے میں سوال ہوا، تو ان دونوں کے جواب سے یہ بات واضح ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے او راس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ گناہ سے ایمان میں نقص واقع ہوتا ہے اور یہ ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے جبکہ مرجئہ کاکوئی بھی گروہ اس کا قائل نہیں اور یہی إرجاء ہے۔

- صالح بن احمد بن حنبل♦ فرماتے ہیں:

أنه سأل أباه عن من لایرٰی الإیمان قول

[1] اصول اعتقاد اہل السنہ والجماعہ:2؍59
صحیح البخاری:48

وعمل قال: هؤلاء المرجئة[1]

’’بلاشبہ اُنہوں نے اپنے باپ سے ایسے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جن کے نزدیک ایمان قول و عمل نہیں ہے تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ مرجئہ ہیں۔‘‘

وسئل أبوعبد الله وأنا أسمع عن الإرجاء ما هو؟ قال من قال: الإيمان قول فهو مرجئ. والسنة أن تقول الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص[2]

’’(راوی ابو الحارث♦ کہتے ہیں) میں سن رہا تھا کہ ابوعبداللہ (امام احمد♦) سے سوال کیا گیا کہ ارجا کیا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیاکہ جس نے کہا کہ ایمان قول ہے پس وہ مرجئہ ہے۔ (سلف کا) طریقہ یہ ہے کہ تو کہے کہ ایمان قول و عمل ہے، کم اور زیادہ ہوتا ہے۔‘‘

- امام وکیع♦ فرماتے ہیں:

أهل السنة يقولون: الإيمان قول وعمل والمرجئة يقولون: الإيمان قول والجهمية يقولون: الإيمان معرفة[3]

’’اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے

1 السنۃ از خلال : 2/566
2 السنۃ از خلال : 2/566، رقم: 964
3 الشریعۃ از آجری صفحہ 137

اورجہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان معرفت ہے‘‘

- امام سفیان بن عیینہ♦ فرماتے ہیں:

خالفنا المرجئة في ثلاث. نحن نقول الإيمـان قـول وعمـل وهم يقولـون: الإيمـان قـول بلاعمـل، ونحن نقـول: يزيـد وينقص وهم يقولون: لا يزيد ولا ينقص، ونحن نقول: نحن مؤمنون بالإقرار وهم يقولون: نحن مؤمنـون عند الله[1]

’’مرجئہ نے تین چیزوں میں ہماری مخـالفت کی ہے، ہم کہتے ہیں کہ ایمـان قـول و عمـل ہے جبکہ مـرجئہ کہتے ہیں کہ ایمـان قـول ہے عمـل کے بغیر، او رہم کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتـا ہے جبکہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان نہ کم ہوتـا ہے اور نہ زیادہ، اور ہم کہتے ہیں کہ ہم اقـرار کے ساتھ مؤمن ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہاں مؤمن ہیں‘‘

[1] شرح السنۃ از بغوی:1/80، حلیۃ الاولیاء:7/29

خلاصہ کلام

سلف کے نزدیک عمل ایمان کا جز اور اس میں شامل ہے، لیکن مرجئہ کے نزدیک عمل ایمان کا جز اور اس میں شامل نہیں ہے۔ سلف کے نزدیک ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے جبکہ مرجئہ کے نزدیک ایمان کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔اہل السنہ والجماعہ اورمرجئہ کے درمیان پائے جانے والے اس اختلاف کو بڑے واضح الفاظ میں شیخ البانی♦ بیان فرماتے ہیں:

الخلاف جذري بين أهل السنة حقًا و بين المرجئة حقًا من ناحيتين اثنتين: أن أهل السنة يعتقدون أن الأعمال الصالحة من الإيمان وأما المرجئة فلا يعتقدون ذلك ويصرحون بأن الإيمان هو إقرار باللسان وتصديق بالجنان وهو القلب، أما الأعمال الصالحة فليست من الإيمان وبذلك يردون نصوصًا كثيرة لا حاجة بنا إلىٰ ذكر شيء منها علىٰ الأقل إلا إذا اضطرنا.

هٰذا هي النقطة الأولىٰ التى يخالف المرجئة

فيھا أھل السنة حقًا، النقطة الثانية وهي تتفرع من النقطة الأولیٰ وهی: أن أهل السنة يقولون: الإيمان يزيد وينقص، زيادته بالطاعة، ونقصانه بالمعصية، والمرجئة ينكرون هذه الحقيقةالشرعية ويقولون: بأن الإيمان لا يزيد ولاينقص[1]

’’خالص اہل السنہ اور خالص مرجئہ کے مابین بنیادی اختلاف دو اعتبار سے ہے: بلاشبہ اہل سنت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بے شک نیک اعمال ایمان میں سے ہیں، اور رہے مرجئہ تو وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے او رصراحتاً یہ کہتے ہیں کہ ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہی ہے رہے اعمالِ صالحہ تو وہ ایمان میں سے نہیں ہیں او راس بنا پر وہ بہت زیادہ نصوص کو بھی ردّ کردیتے ہیں ہمیں اس میں سے تھوڑی بہت بھی بیان کرنے کی ضرورت نہیں الا یہ کہ جب بہت ضروری ہو جائے۔

یہ ہے وہ پہلا نکتہ جس میں مرجئہ نے خالص اہل السنہ کی مخالفت کی ہے،اور دوسرا نکتہ جو کہ پہلے نکتے سے ہی نکلتا ہے، یہ کہ بلا شبہ اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ اورکم ہوتا ہے، اس کا زیادہ ہونا نیکی کے سبب سے ہے اور کم ہونا معصیت کی وجہ

[1] موسوعہ الألبانی:4/152،153

سے ہے، اور مرجئہ اس شرعی حقیقت کا انکار کرتے ہیں او رکہتے ہیں کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے او رنہ کم۔‘‘

مرجئہ کی اقسام

اہل السنہ کے نزدیک مسئلہ ایمان میں مرجئہ کی چار اقسام ذکر کی جاتی ہیں جیسا کہ مذاہب و ادیان کے انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

فمنهم من يقول: إن الإيمان قول باللسان وتصديق بالقلب فقط وبعضهم يقصره على قول اللسان والبعض الآخر يكتفي في تعريفه بأنه التصديق وغالى آخرون منهم فقالوا: إنه المعرفة [1]

’’ان مرجئہ میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہے اور بعض کے نزدیک ایمان صرف زبان سے اقرار ہے اور بعض دوسرے

[1] الموسوعہ المیسرہ:2؍1153

ایمان کی تعریف میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ تصدیق ہے اور کچھ دوسروں نے غلو کرتے ہوئے کہا کہ ایمان (صرف) معرفت ہے۔‘‘

مرجئہ فقہاء:

اسی انسائیکلوپیڈیا میں مزید رقم ہے:

من قال إن الإيمان تصديق القلب وقول اللسان وهم مرجئة الفقهاء

’’جو کہتے ہیں کہ ایمان دل سے تصدیق او رزبان سے اقرار ہے، وہ مرجئہ فقہا ہیں۔‘‘ نیز

أخرجوا الأعمال من مسمى الإيمان مما نشأ عندهم عدم القول بالزيادة والنقصان وعدم الإستثناء في الإيمان مع اعتبار الأوائل منهم لأهمية الأعمال حيث عدوها من لوازم الإيمان و رتبوا على الإخلال بها الوعيد وعلى العمل بها الزيادة في الثواب... بالجملة فإن هذا النوع هو أخف أنواع الإرجاء[1]

’’اُنہوں نے اعمال کو مسمی ایمان سے خارج کردیا جس سے ان کے ہاں ایمان میں کمی و بیشی نہ ہونے اورعدمِ استثنا ء کا قول وجود میں آیا، اس کے باوجود ان میں سے متقدمین نے اعمال کو لوازمِ ایمان میں شمار کرکے اور عمل نہ کرنے والے پر وعید اور عمل کرنے پر

[1] ایضاً

ثواب میں زیادتی کو مرتب کرکے اعمال کی اہمیت کا اعتبار کیا ہے۔ پس یہ اِرجا کی سب سے ہلکی قسم ہے۔‘‘

یعنی ان کے نزدیک اعمال ثمرۂ ایمان اور اس کا مقتضیٰ ہیں، جز نہیں۔[1]

امام ابن تیمیہ♦ راقم ہیں:

والمرجئة الذين قالوا: الإيمان تصديق القلب وقول اللسان والأعمال ليست منه كان منهم طائفة من فقهاء الكوفة وعبادها ولم يكن قولهم مثل قول جهم[2]

’’وہ مرجئہ جنہوں نے کہا کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے اور اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں، ان میں کوفہ کے فقہا و عبّاد کا ایک گروہ بھی ہے اور ان کا (یہ) قول جہم کے قول جیسا نہیں ہے ۔‘‘

ان کے نزدیک ایمان شے واحد ہے اور اصل ایمان میں تمام مؤمن برابرہیں۔‘‘[3]

مزید فرماتے ہیں:

وكان أكثرهم من أهل الكوفة ولم يكن أصحاب عبد الله من المرجئة ولا إبراهيم النخعي وأمثاله. فصاروا نقيض الخوارج

---

[1] الایمان لابن تیمیہ :ص 162؛ شرح العقیدہ الطحاویہ از مفتی احسان اللہ شائق : ص 144 ، طبع دار الاشاعت کراچی

[2] الایمان لابن تیمیہ: ص 154

[3] عقیدہ طحاویہ مع الشرح لابن ابی العز الحنفی:ص538

والمعتزلة، فقالوا: إن الأعمال ليست من الإيمان وكانت هذه البدعة أخف البدع، ولم أعلم أحدًا منهم نطق بتكفيرهم بل هم متفقون علىٰ أنهم لا يكفرون في ذلك وقد نص أحمد وغيره من الأئمة علىٰ عدم تكفير هؤلاء المرجئة[1]

’’اور ان کی اکثر یت اہل کوفہ میں سے تھی البتہ عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اور ابراہیم نخعی اور ان جیسے لوگ مرجئہ میں سے نہیں تھے اور یہ مرجئہ خوارج اور معتزلہ کی نقیض تھے انہوں نے کہا کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں او ریہ بدعت (مرجئہ کی) بدعتوں میں سے سب سے زیادہ ہلکی ہے (سلف اورأئمہ نے ان پر سخت نکیر و تغلیظ کی ہے) البتہ میں کسی کو نہیں جانتا جس نے ان کی تکفیر کی ہو بلکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ (مسئلہ ایمان میں) ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ان مرجئہ کی عدم تکفیر پر امام احمد ♦وغیرہ أئمہ سے نص ہے۔‘‘

جہمیہ:

ایمان کی تعریف اور مفہوم ومراد کے لحاظ سے ایک گروہ جہمیہ کا ہے یہ لوگ جہم بن صفوان

[1] مجموع الفتاویٰ:7؍507

کے پیروکار ہیں جو 128ھ میں قتل ہوا، اسے مسلم بن احوذ مازنی نے ’مرو‘ کے مقام پر قتل کرا دیا تھا۔

الموسوعہ المیسرہ میں ہے:

من غالي منهم وقال إنه المعرفة وهو قول الجهم بن صفوان ومن وافقه. ويلزم من قولهم هٰذا أن ابليس وفرعون لعنهما الله تعالىٰ كانا مؤمنين كاملى الإيمان وأن معنى الكفر عندهم هو الجهل بالرب تعالىٰ فقط وهذا النوع أشد أنواع الإرجاء و أخطرها[1]

’’اُن میں سے کچھ نے غلو اختیا رکیا او رکہا کہ ایمان معرفت ہے اور یہ جہم بن صفوان او راس کے موافق لوگوں کا قول ہے او ران کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ ابلیس اور فرعون (ان پر اللہ کی لعنت ہو) مومن، کامل ایمان والے تھے، اور ان کے نزدیک کفر صرف ربّ تعالیٰ سے جہالت کا نام ہے اور یہ قسم اِرجا کی قسموں میں سے سب سے زیادہ سخت اور خطرناک ترین ہے۔‘‘

امام ابن تیمیہ ♦ ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعند الجهمية إذا كان العلم في قلبه فهو مؤمن كامل الإيمان إيمانه كإيمان النبيين

[1] الموسوعہ المیسرہ:2؍1154

ولوقال وعمل ماذا [1]

’’جہمیہ کے نزدیک جب دل میں (ربّ کے متعلق) علم ہو تو وہ کامل ایمان والا مؤمن ہے۔ اس کا ایمان نبیوں کے ایمان کی طرح ہے اگرچہ وہ کچھ بھی کہے اور کرے۔‘‘

ان کے نزدیک عمل قلب بھی ایمان میں شامل نہیں ہے۔

ایک اور جگہ آپ♦ لکھتے ہیں:

ومنهم من لا يدخلها في الإيمان كجهم ومن اتبعه كالصالحى[2]

’’عمل قلب کو ایمان میں داخل نہ کرنے والوں میں جہم اور اس کے پیروکار صالحی وغیرہ ہیں۔‘‘

اور ایک جگہ مزید فرماتے ہیں:

’’اوران کے نزدیک ایمان شے واحد دل میں ہے۔‘‘[3]

مزید فرماتے ہیں:

الإيمان مجرد معرفة القلب وإن لم يقر بلسانه واشتد نكيرهم لذلك حتى أطلق وكيع بن الجراح وأحمد بن حنبل وغيرهما كفر من قال ذلك فإنه من أقوال الجهمية[4]

(ایک قول یہ ہے کہ) ’’ایمان صرف معرفتِ

---

1 مجموع الفتاویٰ:7؍143

2 الایمان لابن تیمیہ:ص 155

3 الایمان لابن تیمیہ :ص 308

4 مجموع الفتاویٰ:7؍508

قلب ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ بھی کرے۔ (أئمہ سلف نے) بڑی شدت سے ان کی تردید کی ہے حتیٰ کہ وکیع بن جراح ♦اور احمد بن حنبل♦ نے ایسے لوگوں پر کفر کا اطلاق کیا ہے او ربلا شبہ یہ جہمیہ کے اَقوال میں سے ہے۔''

ان کے بارے میں امام بخاری♦فرماتے ہیں:

نظرت فی کلام الیہود والنصاریٰ والمجوس فما رأیت قومًا أضل في کفرھم من الجھمیة وإني لأستجھل من لا یکفرھم إلا من یعرف کفرھم وقال: ما أبالي صلیت خلف الجھمی والرافضی أم صلیت خلف الیہود والنصاریٰ[1]

''میں نے یہود و نصاریٰ او رمجوس کے کلام میں غورو فکر کیا ہے پس میں نے کسی ایسی قوم کو نہیں دیکھا جو اپنے کفر میں جہمیہ سے بڑھ کر گمراہ ہو اور جو ان کی تکفیر نہیں کرتا میں اس کو جاہل سمجھتا ہوں سوائے اس کے، جسے ان کے کفر کا علم ہی نہ ہو، اور (مزید) فرماتے ہیں : مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لوں یا یہودی اور عیسائی کے پیچھے۔''

[1] شرح السنہ للبغوی:1؍194،195؛ خلق افعال العباد: رقم 31، 51

کرامیہ:

یہ لوگ ابوعبداللہ محمد بن کرام المتوفی 255ھ کے پیروکار ہیں۔

ابوالفتح محمد عبدالکریم بن ابی بکر احمد شہرستانی راقم ہیں:

وقالوا: الإيمان هو الإقرار باللسان فقط دون التصديق ودون سائر الأعمال[1]

’’اورانہوں (کرامیہ)نے کہاکہ: ایمان دل سے تصدیق کرنے اور تمام اعمال کے بجائے صرف زبان سے اقرار کا نام ہے۔‘‘

ابن تیمیہ ♦ لکھتے ہیں:

’’ ان کے نزدیک ایمان شےواحد ہے۔[2] ‘‘

ان کے نزدیک منافق بھی باعتبار دنیا مؤمن ہے بلکہ کامل مؤمن ہے، البتہ وہ آخرت میں عذابِ ابدی کا مستحق ہے۔ چنانچہ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

فالمنافقون عندهم مؤمنون كاملوا الإيمان[3]

’’پس منافقین ان کے نزدیک مؤمن ، کامل ایمان والے ہیں۔‘‘

ماتریدیہ

اَبومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی کی طرف منسوب ایک کلامی فرقہ ہے۔

---

1 الملل والنحل:1۔104

2 الایمان لابن تیمیہ:ص 155، 308

3 شرح العقیدہ الطحاویہ :ص 332، الموسوعہ المیسرہ 2۔1154، مجموع الفتاویٰ : 13۔56

شارح عقیدۂ طحاویہ امام ابن ابی العزحنفی♦ راقم ہیں:

أوالتصدیق کما قاله أبومنصور الماتریدی[1]

’’یا (ایمان صرف) تصدیق ہے جیسا کہ ابومنصور ماتریدی کا قول ہے۔‘‘

مزید فرماتے ہیں :

ومنهم من یقول إن الإقرار باللسان رکن زائد لیس بأصلي وإلیٰ هذا ذهب أبومنصور الماتریدی [2]

’’اور ان میں سے کچھ نے کہا کہ زبان سے اقرار (ایمان کے لیے) رکن زائد ہے، اصلی نہیں ہے اور ابومنصورماتریدی اسی کے قائل ہیں۔‘‘

موسوعۃ المذاہب میں ہے :

ومن قال: إن الإیمان هوالتصدیق هو أبومنصور الماتریدی ومن وافقه من الأشاعرة [3]

’’جس نے کہا کہ ایمان (صرف) تصدیق ہے ابومنصور ماتریدی ہے اور اشاعرہ میں سے وہ (لوگ ہیں اس مسئلے میں) جو اس کے موافق ہیں۔‘‘

شارح عقائد نفسیہ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

---

[1] شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن ابی العز الحنفی :ص 333

[2] شرح العقیده لا ابن ابی العز الحنفی :ص 332؛ شرح عقیدۃ الطحاویۃ از مفتی احسان اللہ شائق :140

[3] الموسوعۃ المیسرۃ 2؍1154

هـذا الذي ذكـره من أن الإيمـان هـو التصـديق والإقرار مذهب بعض العلماء، وهو اختيار الإمام شـمس الأئمـة و فخـر الإسـلام رحمهمـا اللـه وذهب جمهـــور المحققين إلىٰ أنـــه التصـــديق بالقلب وإنما الإقرار شرط لإجـراء الأحكـام في الدنيا[1]

’’یہ جو (مصنف نے) ذکر کیا کہ ایمـان تصـدیق اور اقرار ہے (یہ) بعض علمـا کـا مـذہب ہے، اِمام شمس الائمہ اور فخر الاسلام بزدوی♦ کا (بھی) پســندیدہ مـــذہب یہی ہے اور (جبکہ) جمہور محققین نے اس بات کـو اختیـار کیـا ہے کہ ایمان دل سے تصـدیق ہے اور اقـرار صـرف دنیا میں اجراءِ احکام کے لیے شرط ہے۔‘‘

عقائد نسـفیہ کی عبـارت[والإيمـان لا يزيـد ولا ينقص] ’’او رایمـان نہ زیـادہ ہوتا ہے اور نہ کمہ‘‘ کی شرح میں علامہ تفتانی راقم ہیں:

فهٰهنا مقامان: الأول أن الأعمـال غـير داخلـة في الإيمـان لمـا مـرمن أن حقيقـة الإيمـان هوالتصديق[2]

’’پس یہاں دو مقام ہیں: پہلا مقــام یہ ہے کہ اعمال ایمـان میں داخـل نہیں ہیں، کیـونکہ یہ بات (پہلے) بیان ہوچکی ہیں کہ حقیقت ایمان تصدیق ہی ہے۔‘‘

---

1 شرح العقائد النسفیہ:ص 126 طبع بمبئی
2 شرح العقائد النسفیہ:ص128

پھر اس پر مزید بحث کے بعد دوسرے مقام کو بیان فرماتے ہیں:

المقام الثاني أن حقيقة الإيمان لا تزيد ولا تنقص لما مر من أنه التصديق القلبي الذي بلغ حد الجزم والإذعان وهذا لا يتصور فيه زيادة ولا نقصان حتى أن من حصل له حقيقة التصديق فسواء أتى بالطاعات أوارتكب المعاصى فتصديقه باق علىٰ حاله لا تغير فيه أصلا [1]

’’دوسرا مقام یہ ہے کہ بلا شبہ حقیقتِ ایمان نہ زیادہ ہوتی ہے او رنہ کم، کیونکہ یہ (بات پہلے)بیان ہوچکی ہے کہ ایمان وہ تصدیق قلبی ہے جو یقین او رتسلیم کر لینے کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو، اور اس میں زیادتی او رکمی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا حتیٰ کہ جس کویہ حقیقت تصدیق حاصل ہوجائے پس (اس کے لئے) یکساں ہے کہ وہ نیک اعمال بجا لائے یا گناہوں کا ارتکاب کرے، پس اس کی تصدیق اپنی حالت پر باقی رہنے والی ہے، اصلاً اس میں کوئی تغیر (واقع)نہیں ہوگا‘‘

ناقص الایمان مؤمن

ایک طر ف تو آپ نے مرجئہ فقہا، جہمیہ ،

[1] ایضاً :ص 128

کرامیہ اور ماتریدیہ کے ایمان کے بارے میں مذکورہ بالا رجحانات کا مطالعہ کیا ۔ آئیے دیکھیں کہ اہل السنّہ والجماعہ کے نزدیک گناہ گار مسلمان کا ایمان کس حالت میں ہے؟ چنانچہ اہل السنّہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب مؤمن ناقص الایمان ہے۔ آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اللہ چاہے تو اسے عذاب دے او رچاہے تو معاف کردے اور وہ اَبدی جہنمی نہیں ہے، البتہ خوارج او رمعتزلہ کے نزدیک یہ ابدی جہنمی ہے ۔ اس کے نیک اعمال کا ثواب ضائع ہوجائے گا اور نبیﷺکی شفاعت بھی اس کے لیے کارگر ثابت نہیں ہو گی۔ البتہ خوارج اسے کافر کا نام دیتے ہیں اور معتزلہ فاسق کا، رہے مرجئہ تو وہ ان کے برعکس ہیں۔ موسوعۃ المذاہب میں ہے:

إن مرتكب الكبيرة عندهم مؤمن كامل الإيمان ولا يضر إيمانه معصيته بل قال غلاة المرجئة: أنه لن يدخل النار من أهل التوحيد أحد مهما ارتكب من ذنوب وخطايا[1]

’’کبیرہ گناہ کا مرتکب ان (مرجئہ) کے نزدیک مؤمن کامل الایمان ہے او راس کی معصیت اس کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ غالی مرجئہ نے کہا کہ اہل توحید میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا خواہ جوبھی گناہ اس سے سرزد ہوجائیں۔‘‘

[1] الموسوعۃ المیسرۃ:2؍1138

امام ابن تیمیہ ♦ راقم ہیں:

فقالت المرجئة جهميتهم وغير جهميتهم هو مؤمن كامل الإيمان وأهل السنة والجماعة على أنه مؤمن ناقص الإيمان[1]

''مرجئہ (خواہ) جہمیہ ہوں یادوسرے(سب ہی) کہتے ہیں کہ گناہگارمؤمن ، کامل الایمان ہے اوراہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ مؤمن ناقص الایمان ہے۔''

نیز اہل السنہ اس بات پر متفق ہیں کہ گناہگار مسلمان میں کم ازکم اس قدر ایمان تو موجود ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ابدی جہنمی نہیں ہو گا۔ لیکن کیا اسے صرف مسلمان ہی کہا جائے گا اور مؤمن کا نام نہیں دیا جائے گا یا اسے مؤمن بھی کہا جائے گا؟شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ♦ فرماتے ہیں:

والتحقيق أن يقال: إنه مؤمن ناقص الإيمان، مؤمن بايمانه، فاسق بكبيرته، ولا يعطى اسم الإيمان المطلق[2]

''اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ مؤمن، ناقص الایمان ہے اپنے ایمان کے سبب مؤمن ہے جبکہ کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے اور اسے ایمانِ مطلق کا نام نہیں دیا جائے گا۔''

---

1 الایمان لابن تیمیہ :ص 278
2 الایمان لابن تیمیہ:ص 190

اِیمان کے ناقص نہ ہونے کا سبب

مــــــرجئہ کے نزدیک ایمــــــان کے شے واحد ہونے اور مؤمن گنہگار کے ناقص الایمان نہ ہونے کےسبب کو امام ابن تیمیہ♦ یوں بیان فرماتے ہیں:

قالت المرجئة على اختلاف فرقهم: لاتــذهب الكبـائرو تـرك الواجبـات الظـاهرة شـيئا من الإيمان إذ لوذهب شئ منه لا يبقى منه شـئ فيكون شيئا واحدا يستوى فيه البر والفاجر[1]

’’اپــنے فرقــوں کے اختلاف کے بــاوجود (ســب) مرجئہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کـا اِرتکـاب اور واجبـات ظـاہرہ کـا تـرک ایمـان میں کچھ بھی نقص و کمی پیـدا نہیں کرتـا کیـونکہ اگــر ایمان میں سے کوئی شئ کم ہوجائے (تو پھــر) اس میں سـے کـوئی شـئ بـاقی نہیں رہے گی پس ایمان شـئ واحـد ہے جس میں نیـک و بـد برابر ہیں۔‘‘

کمال ایمان

امام آجری ♦راقم ہیں:

لا يتم له الإيمان إلابالعمل[2]

’’عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔‘‘

---

1 ایضًا،صفحہ 176
2 الشریعہ: ص 125

امام ابن تیمیہ♦ فرماتے ہیں:

ودلالـة الشـرع على أن الأعمـال من تمـام الإيمان لاتحصى كثرة[1]

’’اعمـال ایمـان کـو پـورا کـرنے والے ہیں(اس پر)شریعت کے دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتاہے‘‘

امام ابن تیمیہ♦ ،مـرجئہ جہمیہ اور غـیر جہمیہ کی مسـئلہ ایمـان میں غلطی کی وجوہات کو بیـان فرماتے ہوئے راقم ہیں:

أحـدها: ظنهم أن الإيمـان الـذى فى القلب يكـون تامـا بـدون العمـل الـذى فى القلب كمحبة الله وخشـيته و خوفـه والتوكـل عليـه والشوق إلى لقائه.

والثـاني: ظنهم أن الإيمـان الـذي في القلب يكون تاما بدون العمل الظاهر وهذا يقول به جميع المرجئة[2]

’’ان کا یہ گمان کرنـا کہ عمـل قلب جیسـا کہ اللہ کی محبت، خـوف، اس پـر توکـل اور اس کی ملاقات کے شـوق کے بغـیر ہی ایمـان قلب مکمل ہے اور دوسری غلطی ان کـا یہ گمـان ہے کہ عمل ظاہری کے بغیر ہی دل کـا ایمـان مکمـــل ہے اور تمـــام مـــرجئہ اس کے قائـــل ہیں۔‘‘

---

1 الایمان :ص 118

2 الایمان:ص 285،286

حافظ ابن حجر عسقلانی ♦فرماتے ہیں:

فالسلف قالوا: هو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان وعمل بالأركان، وأرادو بذالك أن الأعمال شرط فى كماله ومن هنا نشألهم القول بالزيادة والنقص كما سيأتي و المرجئة قالوا: هو اعتقاد ونطق فقط، والمعتزلة قالوا: هو العمل والنطق والإعتقاد والفارق بينهم و بين السلف أنهم جعلوا الأعمال شرطا فى صحته والسلف جعلوها شرطا فى كماله[1]

’’سلف نے کہا : (ایمان) دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار اور عمل بالأرکان ہے اور اس سے ان کی مراد ہے کہ اعمال کمال ایمان کے لیے شرط ہیں اور یہیں سے (ایمان کے) زیادہ او رکم ہونے کا قول پیدا ہوا او رمرجئہ نے کہا: کہ ایمان صرف اعتقاد اور اقرار ہے اور معتزلہ نے کہا کہ ایمان عمل، اقرار اور اعتقاد ہے ان (معتزلہ) اور سلف کے درمیان فرق کرنے والی چیز یہ ہے کہ انہوں نے اعمال کو صحت ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے اور سلف نے اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے۔‘‘

خلاصہ کلام

[1] فتح الباری:1/64

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہمیہ کے نزدیک ایمان رب تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور کفر اس سے جہالت کا۔ جبکہ شیخ البانی♦ فرماتے ہیں:

المعرفة بالشئ لاتعنى الإيمان به[1]

''کسی چیز کی (صرف) معرفت (حاصل ہو جانے) سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ اسے ایمان بھی حاصل ہو گیا ہے۔''

ماتریدیہ وغیرہ کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق ہے اور مرجئہ فقہا کے نزدیک ایمان، دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے جبکہ اہلسنت، سلف صالحین کے نزدیک ایمان اعتقاد، زبان سے اقرار او رعمل سے عبارت ہے او رجو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ البانی ♦ ان پر شدید نکیر اور تردید فرماتے ہیں۔[2]

مرجئہ کے نزدیک اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔ جبکہ سلف کے نزدیک اعمال ایمان کا جزء ہیں اور ترجمان سلف علامہ البانی♦ کے نزدیک بھی اعمال ایمان کا جزء ہیں۔[3]

جہمیہ وغیرہ کے نزدیک اعمال قلوب بھی ایمان کاجز نہیں ہیں۔جبکہ شیخ البانی♦ کےنزدیک اعمال قلوب ایمان کا جز ہیں۔[4]

---

1 موسوعہ الالبانی :4؍145
2 مقدمہ شرح عقیدہ طحاویہ لابن ابی العز :ص 57
3 الذب الاحمد للالبانی : ص 32، موسوعہ الالبانی :4؍127
4 موسوعہ الالبانی :4؍35

مرجئہ میں سے کوئی بھی اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط تسلیم نہیں کرتا۔اور بعض حضرات کا یہ کہناکہ ’’مرجئہ ایمان کے لیے مطلق اعمال کو شرط کمال قرار دیتے ہیں‘‘ انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

کیونکہ مرجئہ کے نزدیک تو ایمان شئ واحد ہے اس میں نیک و بد برابر ہیں ، ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہی نہیں ،گنہگار بھی کامل الایمان ہے نہ کہ ناقص الایمان لٰہذا ان کے نزدیک اعمال ایمان کے لئے شرط کمال کیونکر قرار پائیں گے؟

مرجئہ کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔جبکہ اہلسنت کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔اور شیخ البانی♦ فرماتے ہیں:

إننى أخالفهم مخالفة جذرية فأقول:الإيمان يزيد و ينقص وإن الأعمال الصالحة من الإيمان وأنه يجوز الإستثناء فيه خلافا للمرجئة[1]

’’بلاشبہ میری ان(مرجئہ کے تمام فرقوں) سے بنیادی مخالفت ہے میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ او رکم ہوتا ہے ، یقیناً اعمال صالحہ ایمان کا جز ہیں اوراس میں استثنا جائز ہے او ریہ (باتیں) مرجئہ کے خلاف ہیں۔‘‘

---

1 السلسلۃ الصحیحۃ:7؍153

اِرجا کا الزام

لٰہذا بعض حضرات کی طرف سے سلف کے پیروکار’ اہل السنّہ والجماعہ‘ جن کے نزدیک ایمان قول و عمل سے مرکب ہے، اور اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے،کو مرجئہ او رجہمیہ ہونے کا الزام دینا انتہائی لغو ہے۔

امام احمد بن حنبل♦ فرماتے ہیں:

قيل لابن المبارك ترى الإرجاء؟ قال أنا أقول: الإيمان قول وعمل و كيف أكون مرجئًا[1]

’’عبداللہ بن مبارک♦ سے کہا گیا کہ آپ اِرجاء (کا عقیدہ) رکھتے ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا : میں کہتا ہوں کہ ایمان قول و عمل ہے، لہٰذا میں مرجئہ کیونکر ہوں گا‘‘

امام ابو محمد حسن بن محمد بن علی بن خلف البربہاری♦ متوفی 329ھ فرماتے ہیں:

من قال: الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص فقد خرج من الإرجاء أوله وآخره[2]

---

[1] السنہ للخلال :2/566 الرقم: 964

[2] شرح السنہ للبربہاری :ص 123 طبعہ سابعہ 1428ھ دارصمیعی،سعودی عرب، دوسرا نسخہ :ص 57

’’جس نے کہا کہ ایمان قول و عمل ہے، زیادہ او رکم ہوتا ہے ،یقیناً وہ اِرجاء سے اوّل وآخر نکل گیا‘‘

اسی لئے ناصر بن عبدالکریم العقل راقم ہیں:

أنه ليس كل من رمي بالإرجاء فهو مرجيء لاسيما في عصرنا هٰذا، فإن أصحاب النزعات التكفيرية وأهل التشدد سواء فمن كانوا على مذاهب الخوارج أو من دونهم من الذين يجهلون قواعد السلف في الأسماء والأحكام، أقول: إن أصحاب هذه النزعات صاروا يرمون المخالفين لهم من العلماء وطلاب العلم بأنهم مرجئة وأكثر ما يكون ذلك من مسائل الحكم بغير ما أنزل الله ومسائل الولاء والبراء و نحوها[1]

’’ہر وہ شخص جس کی طرف اِرجا کی نسبت کی جائے، ضروری نہیں کہ وہ مرجئہ ہی ہو، خاص طور پر ہمارے اس زمانے میں (کیونکہ) تکفیری رجحانات کے حامل اور متشدد حضرات، خواہ وہ خوارج کے مذاہب پر ہوں یا ان کے علاوہ ایسے لوگ ہوں جو اسماء و احکام میں سلف کے اُصول و قواعد سے جاہل ہیں، ایسے رجحانات کے حامل حضرات اپنے مخالف علماء او رطالب علموں پر مرجئہ

[1] القدرية والمرجئة : ص 121

ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور یہ اکثر الحکم بغیر ما أنزل اللہ اور الولاء والبراء جیسے مسائل میں ہوتا ہے۔‘‘

یہ بھی صرف ان حضرات کے خاص ماہرانہ تحقیقی ذوق کا ہی کرشمہ ہے کہ جس نے عمل کو ایمان کا جز قرار دینے والے اور اس میں کمی و بیشی کے قائل جمہور ائمہ فقہ و حدیث کے اصل عقیدے اور کمزوری کو پہچان لیا ہے (بقول ان کے) اور صدیوں بعد سب سے پہلے یہ سعادت بھی کسی اور کے نہیں بلکہ ان حضرات کے حصے میں ہی آئی ہے۔

ابوعزیر عبدالالٰہ یوسف الجزائری صاحب اپنی کتاب ’’انحرافات د۔ صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان‘‘ میں امام ابن عبدالبر♦ کے تارکِ صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف کو بیان کرتے ہوئے عدم تکفیر کے قول کی نسبت جمہور کی طرف کرنے کے قول کو ان کی کتاب ’التمہید‘[1] سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

لقد انتسب إلی قول الجمهور الذي لهم وعك في اعتقادهم[2]

اعمال کو کمالِ ایمان کے لیے واجب قرار دینے کی وجہ سے ان جمہور ائمہ کو مرجئہ کہتے ہوئے

1 التمہید: 4؍ 164 تحت حدیث ثان لابن شہاب عن سالم
2 انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان: ص 16

اور مسمی ایمان میں کمال کو سر چشمہ بدعت قرار دیتے ہوئے موصوف راقم ہیں:

أنه أوجب الأعمال وجوبا كماليا وليس أصليا في مسمى الإيمان وهذا القول هو ينبوع بدعية شر الكمال في مسمى الإيمان[1]

"بے شک اس نے مسمی ایمان میں اعمال کو کمال ایمان کے لئے واجب قرار دیا ہے اصل قرار نہیں دیا ، اور یہ قول مسمی ایمان میں بدعت کا سرچشمہ ہے ۔"

نیز فرماتے ہیں:

ولا يعرف ذلك إلا الذكى المتمرس وليس الحاطب ـــ وابن عبد البر ـــ الموافق للجمهور وهم (مرجئة الفقهاء) في مسئلة الإيمان[2]

"اور اس کو صرف ذہین اور ماہر ہی جان سکتا ہے حاطب " لکڑیاں چننے والا" نہیں جان سکتا اور ابن عبد البر – جمہور کی موافقت کرتے ہیں اور وہ مسئلہ ایمان میں مرجئہ فقہاء ہیں ۔"

اور ایک جگہ فخریہ انداز میں کہتے ہیں:

فظفرت بما جعلني اضرب به المثل هنا ووجدته يوافق المرجئة في معتقدهم صراحة لنظرة قاصرة كانت منه في الدليل

1 ایضاً
2 ایضا: ص29

والمدلول[3]
"میں یہاں اس کی مثـــــال دیا کرتا تھا کہ وہ مـرجئہ ہیں۔ اب میں اس بـات کی دلیل پـانے میں کامیـاب ہو گیا ہوں کہ میں نے اسے مـرجئہ کے عقائد میں صراحتا ان کی موافقت کـرتے پایا ہے۔ اس کی وجہ دلیل اور مدلول میں اس کی کوتاہ نظری ہے ۔"

قارئین کرام ! ہمارا مقصد یہاں تارکِ صلوٰۃ کے بارے میں کـوئی حکم لگانا یا اس کو راجح قـرار دینا نہیں ہے بلکہ ہم امام ابن عبدالبر♦ کا بیـان آپ کے سـامنے رکھـتے ہیں تـاکہ معلو م ہو کہ وہ جمہور کون ہیں جن پر یہ حضرات مـرجئہ ہونے کا الـزام لگا رہے ہیں اور ان کی مـــــوافقت کا امـــام ابن عبدالبر♦ کو طعنہ دیا جارہا ہے ۔

امام ابن عبدالبر♦ فرماتے ہیں:

’’امام ابـو حنفیہ♦اور ان کے اصـحاب کے سـوا حجـاز، عـراق، شـام او رمصـر سـے وہ تمـام فقہاء جو اجتہاد و آثار سے تعلـق رکھـتے ہیں، ان میں امــام مالــک بن انس ، لیث بن ســعد، ســفیان ثــوری، اوزاعی، شــافعی، احمــد بن حنبـل ، اسـحاق بن راہویہ، ابوعبیـد قاسـم بن سلام، داؤد بن علی، طبری او روہ لوگ جو ان کے طـریقہ کـار پـر ہیں، ان ســب نے کہا کہ

[3] انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان: ص 11

ایمان قول و عمل ہے، زبان سے اقرار، دل سے اعتقاد اور عمل بالجوارح جس میں سچی نیت کے ساتھ اخلاص بھی ہو، انہوں نے کہا کہ ہر وہ فرض و نفل جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے، ایمان میں سے ہے۔ نیک اعمال کے ساتھ ایمان زیادہ ہوتا ہے اورگناہوں سے کم ،

وأهل الذنوب عندهم مؤمنون غير مستكملي الإيمان من أجل ذنوبهم وإنما صاروا ناقصى الإيمان بإرتكابهم الكبائر

اور ان کے نزدیک گنہگار مؤمن ہیں البتہ گناہوں کی وجہ سے مکمل ایمان والے نہیں ہیں، وہ تو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ناقص الایمان ہیں۔‘‘[1]

امام ابن عبدالبر چند دلائل نقل کرنے کے بعد مزید فرماتے ہیں :

أوضح الدلائل على صحة قولنا: إن مرتكب الذنوب ناقص الإيمان بفعله ذلك وليس بكافر كما زعمت الخوارج [2]

’’یہ واضح دلائل ہیں ہمارے اس قول کی صحت پر کہ گناہوں کا مرتکب اپنے اس فعل کی وجہ سے ناقص الایمان ہے اور وہ کافر

---

1 التمہید لابن عبدالبر :4؍156،159، الایمان از ابن تیمیہ ص: 259

2 التمہید 4؍160 زیر حدیث دوم ، از ابن شہاب عن سالم

نہیں جیسا کہ خوارج کا گمان ہے۔‘‘

اسلاف اور أئمہ دین کے درمیان تارک صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف معروف تھا تو کیا امام احمد ♦ نے بھی اس بنا پر امام زہری، امام مالک ،امام شافعی اور ان کے نظریے کے حاملین کے اعتقاد پر اس طرح طعن کیا اور ان پر ایسے الزامات والقابات چسپاں کیے تھے؟ یقیناً جواب نفی میں ملے گا۔

حماد بن زید سے سوال کیا گیا:

من المرجئة؟ قال: الذين يقولون: الإيمان قول بلا عمل[1]

’’مرجئہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر۔‘‘

ابو الحارث کہتے ہیں:

وسئل أبو عبد الله وأنا أسمع عن الإرجاء ما هو؟ قال من قال: الإيمان قول فهو مرجئي . والسنة أن تقول: الإيمان قول و عمل، يزيد وينقص[2]

’’میں سُن رہا تھا کہ ابو عبد اللہ (امام احمد ♦) سے سوال کیا گیا کہ اِرجاء کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس نے کہا ایمان قول ہے پس وہ مرجئہ ہے (سلف کا) طریقہ یہ ہے

---

1 الایمان لابن تیمیہ: ص 202
2 السنۃ للخلال: 2؍566، الرقم: 964

کہ تو کہتے کہ ایمان قول و عمل ہے ، کم اور زیادہ ہوتا ہے۔''

امام ابوجعفر طبری ♦ فرماتے ہیں:

هذا الإسم فيمن كان من قوله الإيمان قول بلا عمل وفيمن كان مذهبه أن الشرائع ليست من الإيمان[1]

''یہ نام (مرجئہ) ان لوگوں کا ہے جن کا موقف ہے کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر اور یہ اُن کا (نام ہے) جن کا مذہب ہے کہ شرعی احکام و اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔''

البتہ خوارج او رمعتزلہ، سلف کے زمانہ میں بھی اپنے مخالفین ، اہلسنت والجماعت اور ان کےأئمہ و علما کو مرجئہ ہونے کا الزام دیا کرتے تھے جیساکہ شیبان نے عبداللہ بن مبارک♦ سے کہا:

يا أبا عبدالرحمٰن! ما تقول فيمن يزني ويشرب الخمر ونحو هذا أمؤمن هو؟ قال ابن المبارك: لا أخرجه من الإيمان فقال: علىٰ كبر سن صرت مرجئًا. فقال له ابن المبارك: أن المرجئة لا تقبلني، أنا أقول: الإيمان يزيد والمرجئة لا تقول ذلك والمرجئة تقول حسناتنا متقبلة وأنا لا أعلم تقبلت منى حسنة؟ وما أحوجك إلى أن تأخذ

[1] تہذیب الآثار:2/182

سبورة فتجالس العلماء[2]

”اے ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مبارک♦) آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو زنا کرتا، شراب پیتا اور اس طرح کے کام کرتا ہے، کیا وہ مؤمن ہے؟ تو عبداللہ بن مبارک♦ نے جواب دیا کہ میں اسے ایمان سے خارج نہیں کرتا ۔ تو اس نے کہا کہ آپ بڑھاپے کی حالت میں مرجئہ ہوگئے ہیں؟ تو عبداللہ بن مبارک ♦ نے کہاکہ بلا شبہ مرجئہ مجھے قبول نہیں کریں گے (یعنی میرا کسی صورت بھی مرجئہ میں شمار نہیں ہوسکتا) کیونکہ میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے جبکہ مرجئہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ مرجئہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں (قطعی طور پر) قبول کا درجہ پانے والی ہیں جبکہ میں نہیں جانتا کہ میری نیکی قبول ہوئی(یا کہ نہیں) ۔تو (اس بات کا) کس قدر محتاج ہے کہ ڈسٹر پکڑ کر علما کی مجلس میں بیٹھے۔“

یہی وجہ ہے کہ آج جب اہل السنہ میں سے کوئی انکی مذمت کرتا ہے یا ان کی حقیقت کو مسلمانوں میں کھولتا ہے، تو اس کے جواب میں یہ تکفیری حضرات ان کو مرجئہ اور کبھی مرجئہ العصر القابات سے نوازتے ہیں۔ پریشانی

---

[2] مسنداسحٰق بن راہویہ :3/670 بحوالہ السلسلہ الصحیحہ :7/154، موسوعہ الالبانی :4/151

کی کوئی بات نہیں ،یہ ان کے آباء کا بھی وطیرہ رہ چکا ہے اور انہوں نے تو جمہور علماء اہل السنہ والجماعت کو بھی نہیں بخشا، علامہ البانی رحمہ اللہ ،کہ جن سے وہ خود مسائل میں رہنمائی لیتے ہیں اور حدیث کی صحت بارے جانتے ہیں ، مرجئہ و جہمیہ کی تہمت لگانے سے نہیں جھجکتے۔۔ اسی طرح آج اہل السنہ جماعتوں اور ان کے علماء پر بھی مرجئہ ہونے کا بہتان لگایا جاتا ہے ، باوجود اس کے کہ جماعت کا منہج اور علماء اس بات پر واضح ہے کہ اعمال جو ہیں وہ ایمان کا جزء لازم ہیں۔ لہذا ہر عاقل مسلمان کے سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے کہ عصر حاضر میں اہل السنہ پر جو مرجئہ العصر کا جعلی فتوی لگائے جاتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟۔

ہم آخر میں اس سلسلے کا اختتام اس مقولے سے کرتے ہیں:

جب امام شافعی رحمہ اللہ پر لوگوں نے رافضیت کا الزام لگایا تو انہوں نے اس پروپیگنڈے کے جواب میں یہ شعر کہا:

ان کان رفضا حب اٰلِ محمد
فلیشھد الثقلان انی رافضی

"اگر آل بیت کی محبت ہی کا نام رفض ہے،

تو اے جن وانس تم گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں ")الانتقاء لا بن عبدالبر:۹۱(

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر تکفیر اصول و ضوابط کے تحت کرنا، اور تکفیر کے بے لگام گھوڑے کو شریعت کے تابع کرنا مرجئیت ہے تو اے جن و انس گواہ رہو کہ ہم مرجیئہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ حق اور باطل میں فرق کو نکھار دے اور مسلمان مخلص نوجوانوں کو ان خوش نما گمراہیوں سے محفوظ فرمائے ۔ امین !

آئمہ سلف ، امام البانی رحمہ اللہ اور مرجئہ کے عقائد کا تقابلی جائزہ

دین اسلام اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے اس کے بعد کوئی دوسرا دین نہیں آئے گا اس لئے اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے ، ساری دنیا مل کر بھی اسے نہ تو بدل سکتی ہے نہ اس روشنی کو بجھا سکتی ہے ۔

اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالی نے ایسے انسان پیدا کئے جنہوں نے اس کے دین کو کتابوں اور سینوں میں محفوظ کیا اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیں ۔ محدثین کا ایک لمبا سلسلہ اور فہرست ہے ان محدثین اور علماء میں سے بیسوی صدی عیسوی کا ایک نام ، علامہ ناصرلدین البانی رحمہ اللہ کا بھی ہے ، انہیں محدث العصر کا لقب دیا گیا یہ ایک نابغہ روز گار انسان تھے ماضی قریب میں ان کی مثیل اور نظیر نہیں ملتی ۔ خدمت حدیث کا جو کام

اللہ تعالی نے ان سے لیا وہ ان کے زمانے کے دوسرے علماء میں سے شاید ہی کسی اور کو نصیب ہوا ہو۔

خوارج کا جدید ایڈیشن :

عصر حاضر کے اہل تکفیر جو سید قطب کو اپنا امام مانتے ہیں ان کے نظریات و افکار میں خروج کی بو صاف طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ یہ حضرات مسلمانوں میں سب سے زیادہ سلف اور سلفیت کے مخالف اور دشمن ہیں ان کے برے برے نام رکھتے ہیں ،بلکہ ان کو علماء ماننے سے ہی انکار کرتے ہیں اس کا ایک نمونہ یہاں پیش کرتے ہیں اسے غور سے پڑھیں :’’علامہ الزمان جناب شیخ أیمن الظواہری مصری نے یہ کہا ہے کہ بن باز اور بن عثمین سے اعراض کروتا کہ تمہارا فکر صحیح رہے اور اصل اطاعت ان مجاہدین کی کرو جو قربانی دینے والے ہیں نہ کہ ان علماء کی جو درباری مولوی ہیں اور دین کے معاملہ میں مداہنت کرنے والے ہیں ۔‘‘

ایک جاہل نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ حقیقی عالم دین یا تو وہ ہے جو جیل میں سے یا پھر میدان جنگ میں ، اس کے علاوہ ہم کسی کو عالم دین ہی نہیں مانتے ۔ عالم کی اس بدعی

تعریف کے مطابق جیلوں میں بند جورو، ڈاکوؤں
اور لٹیروں کے لیے حقیقی عالم دین بننے کا
سنہری موقع ہے۔ بشرطیکہ وہ توحید حاکیت پر
چند کتابیں پڑھ کر حکمرانوں کے کفر کے فتوے
جاری کرنا شروع کر دیں گے ۔ اللہ ان لوگوں
کو ہدایت دے ۔ آمین ![1]

علامہ البانی رحمہ اللہ اور ان کے ہم عصر
علماء ابن باز ، ابن عثمین رحمہما اللہ ، خاص
طور پر ان کا ہدف اور نشانہ ہیں انہیں مرجئہ
اور معتزلہ کا لقب دیتے ہیں ان کے ایک شاگرد
نے یہ ٹیبل لکھ کر واضح کیا ہے۔ کہ شیخ رحمہ
اللہ اور مرجئہ کے عقائد میں کوئی موافقت و
مناسبت نہیں شیخ رحمہ اللہ اور سلف صالحین
کے عقائد بالکل ایک جیسے ہیں یہ موازنہ آپ
کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ جو تعصب کی
عینک اتار کر غیر جانبدار نے غور و مطالعہ کرے
گا پڑھیں تو حق اس پر واضح ہو جائے گا ۔

ان شاءاللہ !

اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے۔۔

اقوال الشیخ البانی رحمہ اللہ علیہ	سلف صالحین کا عقیدہ	ارجاو مرجئہ کی گمراہی
1۔ ایمان	ایمان قول و عمل اور	ایمان صرف قول و

[1] ۔ حوار مع اہل التکفیر قبل التفجیر ص: 2

قول و عمل اور اعتقاد کا نام اور اعمال صالحہ حقیقت ایمان سے ہیں ۔ (الذب الاحمد ،ص:32-33)	اعتقاد کا نام اور اعمال صالحہ حقیقت ایمان سے ہیں ۔ (مجموع الفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ: ج: 7، ص: 171)	اعتقاد کا نام ہے اور بعض مرجئہ کے نزدیک ایمان معرفت کا نام ہے جبکہ غالی مرجئہ کے ہاں صرف قول و اقرار کا نام ایمان ہے۔ اور تمام مرجئہ اس بات پر متفق ہیں کہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل نہیں ۔ (مجموع الفتاویٰ ،ج:7، ص: 194،ج:13، ص: 38)
2۔ اعمال ایمان کا حقیقی رکن ہیں۔ (مقدمہ شرح عقیدہ الطحاویہ ،ص :58)	اعمال رکن ایمان ہیں ۔ (مجموع الفتاویٰ، ج: 7،ص : 364-472-506-581-616-672)	اعمال صالحہ ایمان کا نتیجہ ہیں جز نہیں چہ جائیکہ وہ اعمال ایمان کا رکن ہوں ۔ (مجموع الفتاویٰ ،ج:7، ص: 204)
3۔ ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے ۔ (السلسلہ الصحیحہ، ج: 4، ص: 369)[1]	ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے ۔ (مجموع الفتاویٰ، ج: 3، ص: 151)	ایمان بسیط چیز ہے مرکب نہیں ذو اجزاء نہیں لہذا جب کچھ ایمان ختم ہو گا ،تو کل (سارے کا سارا) ایمان ختم

		ہو جائے گا ۔ (مجموع الفتاویٰ،ج: 12، ص:474-475)
4۔ ظاہر و باطن میں موافقت ضروری ہے (یعنی اعمال قلوب اور اعمال جوارح (اعضاء) یکساں ہوں) (مقدمہ ریاض الصالحین، صفحہ ،ل،ن)	ظاہر و باطن میں موافقت ضروری ہے (یعنی اعمال قلوب اور اعمال جوارح (اعضاء) یکساں ہوں) (مجموع الفتاویٰ ،ج: 7،ص: 186-187-585-616-642)	ظاہر و باطن میں موافقت ضروری نہیں بسا اوقات کسی شخص سے حقیقی طور پر کفر اکبر صادر ہو جاتا ہے حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہوتا ہے ۔ (مجموع الفتاویٰ ،ج:7، ص: 583)
5۔ ایمان و استثناء (یعنی انشا اللہ کہنا) جائز ہے ۔ (یعنی یہ کہنا (انا مؤمن ان شاء اللہ) (السلسلہ الضعیفہ، ج: 6، ص: 152)	ایمان و استثناء (یعنی انشا اللہ کہنا) جائز ہے ۔ (یعنی یہ کہنا (انا مؤمن ان شاء اللہ) (مجموع الفتاویٰ ، ج: 13، ص: 40-47)	ایمان و استشناء (یعنی انشاءاللہ کہنا) جائز نہیں ۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص:429)
6۔ فاسق آدمی مسلمان ہے لیکن ایسے	فاسق آدمی مسلمان ہے ۔ لیکن ایسے کمزور ایمان والا	بدترین فاسق آدمی اور سب سے زیادہ پرہیز گار و مطیع و

[1] ۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں توحید و رسالت کی گواہی کے سوا کوئی رکن ایسا نہیں جس کو (تارک) چھوڑنے والے یا اس میں کوتاہی کرنے والے کواجماعی طور پر کافر (یعنی دائرہ اسلام سے خارج) قرار دیا گیا ہے ۔

کمزور ایمان والا جس سے کفر کا اندیشہ ہو ۔ (سلسلہ الضعیفہ، ج: 1،ص: 212)	جس سے کفر کا اندیشہ ہو ۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج: 3، ص:151-153، ج: 23، ص:345-349)	فرمان بردار آدمی کا ایمان ایک جیسا ہے ۔[1] (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص:679)
7۔ کفر کبھی دل سے کبھی زبان سے اور کبھی اعضاء سے ہوتا ہے ، کبھی تکذیب کی وجہ سے ، کبھی انکار کی وجہ سے ،کبھی عناد کی وجہ سے ،کبھی نفاق کی وجہ سے ، کبھی اعراض کی وجہ سے اور کبھی شک کی وجہ سے ہے ۔[2] (التحریر	[الکفر یکون باللسان و القلب والجوارح بانواعہ المعروفۃ جمیعا] ’’کفر اپنی تمام مشہوراقسام کے ساتھ کبھی زبان سے ، کبھی دل سے اور کبھی اعضاء سے ہوتا ہے ۔‘‘ (مجمع اللجنۃ الدائمۃ ،ج:2، ص:3) (مجموع الفتاویٰ، ج: 20، ص:98) (مدارج السالکین،ج:1،ص: 335-338 لابن القیم)	کفر کا تعلق صرف دل سے ہے کیونکہ ایمان بھی صرف دل سے تعلق رکھتا ہے (یعنی زبان اور اعضاء جیسے بھی کفریہ وشرکیہ اعمال کے مرتکب ہو ں بندے کافر نہیں ہوتا۔ (مجموع الفتاویٰ، ج:7، ص:547)

1 ۔ جیسا کہ بعض مرجئہ کا قول ہے ’’ ایمان ابی بکر و ایمان ابلیس شئی و احد ‘‘ ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ اور ابلیس لعین کا ایمان برابر ہے ۔ (کتاب السنۃ ،عبداللہ بن احمد بن حنبل)

2 ۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے یہ شمار شرکیہ اعمال پر اعتقادی تکفیر کے احکام لاگو کئے ہیں ، جیسے قبرو ں کا طواف کرنا ، غیراللہ کے لئے ذبح کرنا وغیرھما

لمسائل التکفیر (سلسلہ الصحیحہ، ج: 7،ص: 134)		
8۔ کفر کی دو اقسام ہیں ،کفر اصغر اور کفر اکبر ، اسی طرح فسق اور ظلم کی بھی دو اقسام ہیں ۔ اس بارے میں سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تکفیری جماعت کی کمر توڑ دیتا ہے ۔ (السلسلہ الصحیحہ، ج: 7،ص: 134 ، ج:6،ص112)	کفر کی دو اقسام ہیں ،کفر اصغر اور کفر اکبر ، اسی طرح فسق اور ظلم کی بھی دو اقسام ہیں ۔ اس بارے میں سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تکفیری جماعت کی کمر توڑ دیتا ہے ۔ (تعظیم قدر الصلوۃ للمروزی ، ج:2، ص: 517) (کتاب الصلاۃ لابن القیم ، ص:53-54)(فتح الباری لابن رجب، ج:1،ص:126) (مجلۃ الدعوۃ (عدد 557) مقال الشیخ ابن باز رحمہ اللہ)	کفر کا تعلق صرف دل سے ہے ۔ دیکھئے نمبر 7
9۔ نماز اسلام کے عظیم ترین اعمال سے ہے جو شخص اس کی فرضیت	نماز اسلام کا عظیم ترین عمل ہے لیکن جو شخص اس کی فرضیت کے اقرار کے با وجود اس کا تارک ہے تو اس کی تکفیر	نماز بھی دیگر اعمال کی طرح ایمان کا ثمرہ و نتیجہ ہے اور یہ ایمانی لوازم و اعمال میں شامل

کا قائل ہو لیکن عملی طور پر تارک ہو تو راجح موقف کے مطابق وہ کافر نہیں اگرچہ اس کے کفر میں واقع ہو نے کا اندیشہ ہے لیکن اگر وہ اس نماز کے خلاف تلوار اٹھائے گا تو وہ کافر و مرتد ہو گا ۔ (السلسلۃ الضعیفۃ، ج: 1، ص: 132) (السلسلۃ الصحیحۃ ، ج: 7، ص:137)	(کافر قرار دینے) میں علماء اہلسنت و محدثین میں اختلاف ہے ۔جب وہ اس کے خلاف تلوار اٹھائے گا تو ایسی صورت میں بالاتفاق کافر ہو گا ۔ (مجموع الفتاویٰ، ج: 7،ص : 259،302،369، ج: 2، ص:97،98، ج: 22،ص: 48)	نہیں ، نہ ہی اس کا تارک ایمان کی حد کمال سے خارج ہوتا ہے ۔ (التمہید لا بن عبدالبر، ج:4 ،ص: 242،243) (مجموع الفتاویٰ، ج:7، ص: 156،204)
10۔ اللہ تعالی اورا س کے رسول ﷺ کو گالی دینا یا اس جیسی کوئی اور گستاخی کرنا کفر اکبر اور نقلی طور پر ایمان کے	اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا یااس قسم کی کوئی اور گستاخی کرنا کفر اکبر اور نقلی طور پر ایمان کے منافی ہے شرط اس جرم کا مرتکب شخص معتبر پائے جانے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے	اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا کفر نہیں علامت کفر ہے بلکہ بسا اوقات تو ایسا کفر اور حقیقی ایمان دونوں اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں ۔ (مجموع

منافی ہے۔ شرط اس جرم کا مرتکب شخص معتبر پائے جانے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا ۔[1] (السلسلۃ الصحیحۃ ، ج: 7،ص: 134)	خارج ہو جائے گا ۔ (الصلاۃ و حکم تارکھا لابن القیم ،ص:53،54)	الفتاویٰ ،ج:7،ص : 557 ، 583)
11۔ صدق دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا اللہ کی مشیت سے بالا خر جہنم سے نجات پائے گا خواہ وہ بظاہر (عملی طور پر) اعمال کا تارک ہی ہو	ایسا آدمی جو خلوص دل سے لاالہ الا اللہ پڑھتا ہو لیکن ظاہری اعمال کا تارک ہو تو ایسے شخص کی تکفیر میں علماء اہلسنت میں اختلاف ہے اور ان مسائل میں سب سے اہم مسئلہ نماز کو چھوڑنا ہے ۔ (الدررالسنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ ، ج:	ظاہری اعمال کا تارک کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والاشخص کامل الایمان آدمی ہے ۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج: 18، ص:271) پھر ان میں اختلاف ہے کہ ایسا شخص جہنم میں جائے گا یا نہیں ؟ غالی مرجئہ کے نزدیک ایمان کے ثبوت اور

[1] ۔ صرف اسی عمل کی بنا پر یہ شخص کافر قرار دیا جائے گا دیگر (کفریہ) اعمال کی طرح اس میں استحلال (حلال سمجھنا) کی شرط نہیں اس بارے میں استحلال کی قید لگانے والا بدترین غلطی کا مرتکب ہے جس طرح کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الصارم المسلول ،ج:3، ص:960) میں قاضی ابو یعلی حنبلی کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا ہے(دیکھئے مجموع الفتاویٰ للشیخ ابن عثمین ،ج: 2،ص:154،155)

ایسا شخص ناقص الایمان ہو گا اور ممکن ہے اس میں ذرہ برابر اس سے (ایمان) کوئی چیز باقی نہ ہو ۔ (حکم التارک الصلاۃ لابن القیم، السلسلۃ الصحیحۃ، ج: 7، ص؛616، شرح العقیدۃ الطحاویۃ ، ص:333، (اس کتاب میں تو اس بارے ایک اہم اجماع بھی منقول ہے، دیکھئے ص: 12)	1،ص:479) (من کلام الشیخ عبدالطیف بن عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ) اسی طرح ان اہل علم کا یہ قول بھی ہے کہ ہم دو اجتماعی چیزیں ’’ توحید و رسالت کی گواہی ‘‘ کے سوا کسی چیز کے ترک پر کافر قرار نہیں دیں گے ۔ (الدررالسنیۃ،ج:1،ص : 102) پر یہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا فرمان مندرج ہے ۔ (مجموع الفتاویٰ، ج: 7، ص: 302) ذم الکلام للھروی ،ج: 2،ص:393)(اس مسئلے پر ذم الکلام بڑی اہم کتاب ہے۔)	قول کے معتبر ہونے کے لئے قلبی ایمان شرط نہیں ۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص: 297،486)
12۔ تحکیم بغیر ما انزل اللہ کفر ہے اور جب یہ علمی ہو (اعتقادی نہ ہو) تو کفر	جو تحکیم بغیر ما انز ل اللہ اعتقادی طور پر حلال سمجھتے ہوئے کرتا ہے وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے اور جو بغیر حلال سمجھنے کے یہ کام	تحکیم بغیر ما انزل اللہ ایمان کو کمزور کرنے میں کچھ بھی تأثیر نہیں رکھتی تحکیم کا مرتکب کسی بھی قسم کے کفر میں

اصغر ہوتی ہے جو دین سے خارج نہیں کرتی (اور یہ فسق کے ہم معنی ہوتی ہے) اور بسا اوقات یہ تحکیم کفر اکبر ہوتی ہے جو بندے کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے جب وہ اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو ۔[1] (دیکھئے التحذیر من فتنۃ التکفیر و السلسلۃ الصحیحۃ ، ج: 7،ص :134)	کرتا ہے تو یہ کفر اصغر ہو گا جو فسق کے ہم معنی ہے ۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج: 7، ص: 313 و کتاب الصلاۃ لابن قیم، ص: 53، 54)	واقع نہیں ہو تا کیونکہ وہ کامل الایمان ہے ، جو نہ کم ہوتا ہے نہ ہی زیادہ ہوتا ہے ۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص : 363،364،ج:12، ص :471)
13۔ کافر وہی ہو گا جس کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کافر قرار دیں	جو آدمی اعمال کا تارک ہو لیکن کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہو تو علماء اس کے کلمہ اور قلبی ایمان کے وجود کی بنا پر	کفر صرف باطن (دل) میں ہوتا ہے کیونکہ عمل ایمان سے خارج ہے ،لہذا اعمال سے کفر واقع نہیں ہوتا ۔

[1] اس کے معتبر ہونے کے لئے متبحر فی العلم علماء کے ہاں جو راجح قرائن ہیں وہی کافی ہیں جیسا کہ شیخ البانی نے التحذیر کے حاشیہ میں وضاحت کی ہے ۔

۔ (شہادتین) توحید و رسالت کی گواہی کا ترک یا قولا ، فعلا یا اعتقاداً ، اس کی مخالفت کے سوا کوئی عمل ایسا نہیں جس کی بنا پر کسی کو حتمی طور پر وہ مرتد قرار دیا جا سکے ۔ (السلسلۃ الصحیحۃ ،ج: 1،ص: 213، حکم تارک الصلاۃ لا بن القیم ، ص: (53،54) آخر میں شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : اہل السنۃ و الجماعۃ اور مرجئہ میں یہ اختلاف محض لفظی نہیں	اس کو کافر قرار نہیں دیتے اور یہ اہل علم اور اہل السنۃ الجماعۃ میں شامل نہیں، مرجئہ نہیں۔ (مجموع الفتاویٰ، ج: 7، ص :423،424، ج: 11، ص: 137) (مجلہ الفرقان (عدد 94) لقاء الشیخ ابن باز) مجموعی یا انفرادی اعمال پر گفتگو بے مقصد اور بے فائدہ ہے ۔ (الاسئلۃ القطریۃ للشیخ ابن عثمین رحمہ اللہ) شیخ الاسلام ابن تیمیۃ اور امام ابن ابی العز الحنفی اور امام ذہبی وغیرہم اہل علم کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے ۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ،ص: 333، مجموع الفتاویٰ، ج: 7،ص:297،395) سیر اعلام النبلاء، ج: 9، ص: 436)	(مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص:560)

بلک حقیقی (العقیـــــــد الطحـــاوی ی شرح و تعلق ، ص: 62،63)		